WOODBROOKE SERIES
WHAT IS TRUTH ?
BY PROF. L. LEVONIAN.
Christian Reading Room
Lyallpur No..........
راستی کیا ہے؟
مترجمہ
پادری ایس این طالب الدین صاحب بی۔اے
پنجاب
سوسائٹی
رلجس
بک
انارکلی
لاہور

راستی کیا ہے؟

یہ ایک ایسا سوال ہے جو انسان برابر پُوچھتا رہا ہے شخصیتِ بشر کے برترین مظاہر میں سے ایک راستی کے لئے اُس کا احترام کامل اور کشفِ حقیقت کو دریافت کرنے کا شدید اشتیاق ہے انسان اِس راز کو معلوم کرنا چاہتا ہے خواہ ایسا کرنے میں اُسے کچھ بھی قیمت کیوں نہ ادا کرنی پڑے۔ ایک شرقی ضرب المثل کہتی ہے "معرفت و حقیقت کی جستجو کرو خواہ وہ مُلک چین ہی میں کیوں نہ پائی جاتی ہو" سلیمان کہتا ہے "مُبارک ہے وہ آدمی جو حکمت کو پاتا ہے" ہم دانش و معرفت کی تلاش کرتے ہیں اور جب اُس کو حاصل کر لیتے ہیں تو خوش ہو جاتے ہیں حق تو یہ ہے کہ کشفِ حقیقت سے بالاتر اور کوئی خوش بختی انسان کے لئے متصور نہیں ہو سکتی۔ وہ عالمِ علمِ کیمیا جو اپنے دارالتجربہ میں مشغولِ آزمائش ہے اور وہ اختر شناس جو اپنی دُوربین کی مدد سے آسمانوں کی جستجو کرتا ہے۔ اور وہ ماہرِ عُضویات جو اپنی خُوردبین کے ذریعہ سے جسمِ انسانی کے خانوں یعنی سیلز کا معائنہ کرتا ہے یہ سب طالب و جویائے حقیقت ہیں۔ یعنی مادہ۔ ستاروں اور بدنِ انسانی کی حقیقت کے اور کشفِ حقیقت کے بعد خورسند و شادمان ہوتے اور اپنی

محنتوں کا اجر پا لیتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ آدمی کی نہاد میں حقیقت سے متعلق یہ اشتیاقِ سوزندہ کیا ہے؟

انسانی طبیعت میں حسِ حقیقت جوئی موجود ہے۔ وہ صحیح و سقیم کے درمیان فرق معلوم کر سکتا ہے۔ اور یہی ایک صفت ہے جو انسان اور جانوروں کے درمیان تمیز ہے۔ حقیقت انسانی دل میں ایک جلوۂ مخصوص رکھتی ہے اور انسان اس کی جانب مائل ہوتا ہے۔ آپ جانور کو یہ نہیں سکھا سکتے کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ کیونکہ اُن میں یہ حسِ تشخیص موجود نہیں۔ لہٰذا وہ اس مطلب کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ برعکس اس کے تمام افرادِ بشر اس کو جانتے ہیں۔ اور اگر بالفرض کوئی اسے نہ بھی جانے تو بھی اُس میں اس کے سمجھنے اور سیکھنے کی استعداد تو موجود ہے۔ اور جُونہی وہ اسے یاد کر لیتے ہیں خوش ہو جاتے ہیں۔ آپ ذرا اُس بچے کی جو ابھی تازہ ہی مدرسے میں داخل ہُوا ہو خوشی کا اندازہ لگایئے جبکہ وہ سائنس۔ ریاضی۔ جغرافیہ یعنی اعداد۔ مادّہ اور زمین سے متعلق حقائق معلوم کرنا اور رفتہ رفتہ نباتات۔ حیوانات۔ کوہساروں اور ستاروں کی حقیقت کو بھی سیکھتا ہے۔ دیکھیے وہ کس شوق سے ان مطالب کو دریافت کرتا ہے۔ اور کس قدر خوشی و شادمانی اُسے ہوتی ہے۔ ہم سب حقیقت کو معلوم کرنا چاہتے ہیں اور ہمیشہ اس کی جستجو میں رہتے ہیں۔ یہ ایک حسِ غریزی ہے جو کہ فطرتِ انسانی میں مکتوم ہے اور در حقیقت ہماری شخصیت کا جوہر ہے +

پس بالآخر حقیقت ہے کیا؟ راستی کیا چیز ہے؟ اس سوال کے پُوچھنے سے دیگر مُشکل سوالات رُونما ہوتے ہیں۔ ہم ایک چمچہ کو ایک پانی بھرے گلاس میں دیکھتے ہیں۔ وہ چمچہ پانی میں ٹیڑھا نظر آتا ہے۔ ہم سوال پُوچھتے اور کہتے

ہیں کیا یہ واقعی ٹیڑھا ہے؟ کیا اُس کی کجی حقیقت ہے یا یہ فقط بظاہر یُوں نظر آیا ہے۔ موسم گرما میں اگر ہم صحرا کی جانب نظر اُٹھائیں تو ہمیں دُور کوئی چیز پانی کے حوض کی مانند نظر آئیگی۔ ہم پُوچھتے ہیں کہ کیا درحقیقت پانی کا حوض ہے یا محض بظاہر ایسا نظر آتا ہے۔ ہم ہر روز آفتاب عالمتاب کو مشرق سے مغرب کی جانب سیر کرتے دیکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں آیا واقعی آفتاب گروش کرتا ہے یا کہ اُس کی گروش محض ہماری نظر کا فریب ہے؟ پس حقیقت کیا ہے؟

اسی قسم کے سوالات ہم تاریخ۔ اخلاق اور مذہب سے متعلق بھی کر سکتے ہیں۔ تاریخ کیا ہے؟ انسانی زندگی کے معنی کیا ہے؟ مقدرات انسان کیا ہیں؟ زندگانی خوب و نیک کا کیا مطلب ہے؟ زندگی کے ماوراء کیا ہے؟ کیا زندگی جاوید اور غیر فانی ہے؟ کیا کوئی خُدا ہے؟ فکرِ انسانی اِس قسم کے سوالات کے پُوچھنے میں مشغول رہا ہے اور اشتیاق عام رکھتا رہا ہے کہ اِن مسائل کی حقیقت کو معلوم کرلے۔ حقیقت سے متعلق یہ جستجو محض کنجکاوی کی حِس کو پُورا کرنے کے لئے نہیں ہوتی بلکہ خود ہماری زندگی پر اثر کرتی ہے۔ یہ ہمارے مقدرات کو معین کرتی ہے۔ یہ مسائل حیاتی ہیں۔ حقیقت ہمارے لئے بڑی قیمتی چیز ہے کیونکہ حقیقت دُنیا میں ہم کو رفتار و اعمال کا طریقہ بتاتی ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی میکرب یا جراثیم سے متعلق کشفیاتِ ذرہ بینی کو ناچیز سمجھے یا اِس کی اہمیت کو نہ معلوم کر سکے۔ لیکن اِس کے ذریعہ سے ہماری صحت خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ اِسی طرح ہم اخلاق اور خُدا کی حقیقت کو بنظرِ استحقار دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن ایسا کرنے سے ہماری اپنی رُوح ہلاک ہو جاتی ہے۔ زندگی کے کسی شعبہ یا مرحلہ میں ہم حقیقت کو نظرانداز نہیں کر سکتے چاہئے کہ ہم اُس کی جستجو کریں اور اُس کے ظاہر ہو جانے پر نہایت تقدس و احترام

سے اس کی حفاظت و حراست کریں۔ جو حقیقت کے وجود کے کلیتہً قائل نہ تھے ان میں سے بعض زندگی کے کسی مرحلہ میں بھی حقیقت کی موجودگی کے یکسر منکر تھے۔ شک پرست کہتا ہے کہ حقیقت ہے ہی نہیں لا ادری کہتا ہے کہ حقیقت موجود تو ہے لیکن وہ قابلِ فہم نہیں۔ بعض نے انکارِ وجودِ حقیقت سے متعلق ایک روشِ معتدل تر اختیار کر لی ہے لیکن حقیقت سے متعلق اس قسم کے خیالات و تصورات کافی نہیں۔ آئینِ لا ادریت متناقض اور بے اصول ہیں۔ کیونکہ وہ ایک ایسی چیز کی ہستی کا اعتراف کرتے ہیں جو قابلِ فہم نہیں یا جس تک انسانی عقل کی رسائی نہیں۔ اُن کا یہ کہنا کہ حقیقت ہے تو لیکن وہ دریافت نہیں کی جا سکتی بے معنی اور فضول ہے۔ دُوسری طرف محض شک پرستی بھی سلیم العقل انسان کے لئے ناممکن ہے۔ یہ ممکن ہے کہ میں بعض مسائل نظری و فرضیہ کے متعلق شک کروں۔ لیکن اگر مجھے دُنیا میں رہ کر زندگی بسر کرنا اور عقلِ سلیم کا مالک ہونا ہے تو ضروری ہے کہ میں چند ایک اصُول کو اپنی کردار اور اپنی زندگی کی اساس یا بُنیاد قرار دُوں۔ ممکن ہے کہ کوئی نظریہ غلط یا نامکمل و ناقص ہو۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا۔ کہ اُس میں کچھ بھی حقیقت نہیں۔ یقیناً ہم چیز کی پُوری پُوری حقیقت سے واقف نہیں ہیں لیکن اُن سے متعلق بعض باتیں ہیں جو ہم حق مانتے ہیں۔ کم از کم شک پرست اپنی ہستی سے تو مُنکر نہیں ہو سکتا خواہ وہ اور کسی حقیقت کا اعتراف کرے یا نہ کرے۔ شک پرستوں میں سے بعض آئینِ شک کو حقیقت تسلیم کرتے ہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ ہم اپنی اور اپنے خویش و اقارب یا دیگر افرادِ بشر کی ہستیوں کا انکار کریں۔ شک پرستی خود کوئی نظریہ مثبتی نہیں۔ وہ فقط موجودہ نظریوں کی تنقید یا نکتہ چینی کرتی ہے۔ ہمارا

اعتقاد ہے کہ حقیقت دُنیا میں موجود ہے ۔ ممکن ہے کہ ہماری معلومات اور ہمارا علم ناقص ۔ کم یا یک طرفہ ہو لیکن اتنی حقیقت تو ضرور ہے کہ ہم اُس کو اپنی زندگی کی بناء قائم کر کے اپنی زندگی کو استوار اور محکم بنا سکیں ۔

پس حقیقت اگر کوئی وجود رکھتی ہے تو وہ کیا ہے ؟

اس سے متعلق اور پریشان کُن تصورات مروّج رہے ہیں ۔ مادہ پرست کہتا ہے ۔ کہ فقط وہ اشیاء جو ہاتھوں سے چھُوئی جا سکیں یا آنکھوں سے دیکھی جا سکتی ہیں حقیقی ہیں ۔ فقط مادّہ ہی ایک حقیقت ہے اور دیگر تمام باتوں کی توضیح اُسی کے وسیلہ سے ہو سکتی ہے ۔ طبعیّت یا فطرت پرست بھی اسی نظریہ کو تسلیم کرتے ہُوئے طبعیّت کو کُل و تمام حقیقت کہتا ہے ۔ وہ طبعیّت کے علاوہ اور سب کا انکاری ہے ۔ ان نظریات کے مطابق تو مادّہ اور طبعیّت کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں ۔ یعنی زندگی میں نہ تو کوئی مقصد ہے نہ کوئی دلیل اور نہ اخلاق کی کچھ قدر و قیمت ہے ۔ نہ کوئی خُدا ہے ۔ نہ کوئی غیر فانی زندگی ہے اور نہ کوئی رُوح ہے ۔ نہ کوئی آزادی و اختیارِ ارادہ ہے ۔ فقط علل و جہاتِ طبیعی ہیں اور ہر چیز کی تشخیص اُنہی کے وسیلہ سے ہو سکتی ہے ۔

لیکن اس قسم کی تعلیمات غیر منطقی ہیں ۔ طبعیّت پرست کس طرح ثابت کر سکتا ہے کہ ماورائے جسم اور کچھ نہیں ؟ دُنیا میں کیفیتِ زندگی کی کیا توضیح و تشریح پیش کر سکتا ہے ۔ غیر زندہ میں سے زندہ کیونکر پیدا ہو سکتے ہیں ؟ پھر فکر کی کیا شرح دے سکتا ہے ؟ کیا مادہ سے فکر و خیال وجود میں آ سکتے ہیں ؟ مزید براں عالم میں انسان کی ہستی کی کیونکر تشریح کی جا سکتی ہے ۔ انسان ورائے اور سنہائے اوجی ہے ۔ یعنی وہ راستی و حقیقت حُسن و جمال اور نیکی و خُوبی کا مالک ہے ۔ پس یہ چیزیں جو رُوحانی ہیں ۔ ان کی تشریح

توضیح کیونکر ممکن ہے ؟ کیا مادہ سے رُوحانی چیزیں پیدا ہو سکتی ہیں ؟

علاوہ بریں جدید سائنس کی معلومات و کشفیات نے عالمِ موجودات سے متعلق مادی مفہوم کی کلی طور پر تردید کی ہے ۔ پیشتر ازیں مادہ کو ایک معلوم اور قابلِ اعتماد وجود سمجھتے تھے ۔ یہ یقین کیا جاتا تھا کہ مادہ آتوم ہائے جامد سے مرکب ہے اور کہ یہ آتوم ابدی ناشکستنی یعنی غیر فنا پذیر ہیں ۔ مادہ پرستوں کے خیال کے مطابق تمام عالم موجودات اِس قسم کے ذرات یا آتوم سے مل کر بنا ہے اور یہ اُن کے نزدیک علم کی پختہ اور محکم بنیاد تھی ۔ جدید سائنس کے مطالعہ نے مادہ کے اس مفہوم کو بالکل تبدیل کر ڈالا ہے ۔ آتوم کے جامد ہونے کا نظریہ محض افسانہ ہے ۔ مادہ پرستوں کا یہ دعوے کہ مادہ حقیقتِ محض ہے متزلزل ہو گیا ہے ۔ اب مادہ کو منبعِ نیروی الکتریکی یا ضوریزی شعاع افشانی کا پُر راز چشمہ کہا جاتا ہے ۔ آج کل عالمِ سائنس مادہ اور نیرو یا قوت کے درمیان کوئی خاص فرق نہیں پاتا ۔ کیونکہ مادہ اور نیروی تابندہ ایک دُوسرے کی صُورت میں تبدیل ہو جاتے ہیں ۔ پہلے سائنس دان مادہ سے متعلق کُل علم کی واقفیت کا دعوے کرتا تھا ۔ لیکن اب وہ اپنی لاعلمی کا اعتراف کرتا ہے سر آرتھر ایڈنگٹن جو کہ بزرگترین طبیعی دانوں میں سے جو ہنوز زندہ ہیں ایک ہیں کہتے ہیں "کہ مادہ پرستی کی نسبت کُچھ کہنے سے کیا فائدہ جبکہ آپ جانتے ہی نہیں کہ مادہ ہے کیا" ۔ اِس طرح پر جدید سائنس نے مادہ سے متعلق مادہ پرستوں کے دعوے کی قطعی تردید و تنسیخ کر دی ۔ پس ، مادہ پرستی اور طبیعت پرستی انسان کی تفسیر و تشریح کیوں کر سکتی ہیں ؟ انسان فقط جسم ہی جسم نہیں یعنی وہ صرف مادہ ہی نہیں ہے وہ رُوح بھی ہے ۔ اختر شناس ان عظیم و بزرگ اجرامِ فلکی کے مقابلہ میں جو آسمان میں گردش کرتی ہیں محض ایک

ذرہ سا ہے لیکن اپنی عقلی و دماغی حیثیت سے وہ اُن تمام اجرام فلکی سے بزرگ تر ہے۔ ستارے ستارہ شناس کو نہیں جان سکتے لیکن ستارہ شناس ستاروں کا علم رکھتا ہے اور اُن کے وزن اور اُن کی جسامت کا اندازہ لگاتا ہے۔ انسان عالمِ آفرینش سے بزرگتر ہے۔ انسان مادّہ سے بلند تر ہے۔ رُوح جسم سے اعلیٰ تر ہے۔ مادہ پرستی عالمِ موجُودات کی تشریح نہیں کر سکتی۔ حقیقت مادہ سے بڑھ کر ہے ؞

پھر بعض اشخاص حقیقت کو محض تصوّرات خیال کرتے ہیں۔ فلسفۂ عینیت یا تصوّریّت کا نظریہ ہے کہ حقیقت سوا تصوّر۔ نظر یا عقیدہ کے اور کچھ نہیں۔ یونانی فلسفہ دانوں نے عقائد کی حقیقت پر زور دیا اور افلاطون نے حقیقت جمال و خُوبی کو بمنزلۂ عقائد اساسی سمجھ کر اُسی کو اپنے فلسفہ کی بناء پر قرار دیا۔ یہ عقیدہ عقیدۂ مادی کی نسبت ہم کو عالمِ حقیقت کے نزدیک تر لے جاتا ہے۔ یہ ایسے عقائد کی حقیقت کا اثبات کرتا ہے جو غیر مادی ہیں۔ کم از کم ہم بعض چیزوں کا جو جسمی اور مادی نہیں یقین تو کر سکتے ہیں ؞

یہ نکتہ صحیح ہے کہ عقائد و افکار حقیقت رکھتے ہیں لیکن عقائد جو عقلی پر دلالت کرتے اور اُس کی تفسیر کرتے ہیں۔ کیونکہ بغیر عقل متفکر کے کے خیال پیدا نہیں ہو سکتے۔ اِس بناء پر وجُود عقائد وجود اشخاص کی دلیل ہیں کیونکہ اشخاص کے بغیر عقائد نہیں ہو سکتے۔ در حقیقت نیکی بذاتِ خود کچھ نہیں ہے۔ فقط نیک شخص حقیقت ہے کیونکہ نیک شخص کے بغیر جو مظہرِ خُوبی ہے خُوبی بے معنی ہے۔ یہ بات موردِ حقیقت کے حق میں بھی صادق آتی ہے۔ حقیقت مجردات اور کلیات میں موجُود نہیں۔ فقط ایک شخص باحقیقت ہو سکتا

ہے۔ پس ایک شخص با حقیقت کے جو مظہرِ حقیقت ہے حقیقت مجرد بے معنی ہے۔ تو حقیقت اور نیکی یا خوبی دارای صفتِ شخصی ہیں۔ ایک ایسے عالم میں جس کی ساخت مادہ سے ہوئی ہو حقیقت یا خوبی پیدا نہیں ہو سکتی۔ عقائد وجودِ شخص پر دلالت کرتے ہیں۔ لہذا شخصیت قطعاً حقیقت ہے۔ دُنیا میں "خود" یا "شخص" حقیقی ترین چیزیں ہیں۔ میں وجود رکھتا ہوں۔ آپ وجود رکھتے ہیں۔ دیگر اشخاص وجود رکھتے ہیں اور خدا وجود رکھتا ہے۔ پس بزرگترین حقیقت وجود واقعی اشخاص ہیں +

مادہ حقیقت ہے۔ عقائد حقیقت ہیں۔ لیکن اشخاص اعلیٰ ترین حقیقت ہیں۔ لہذا چاہیئے کہ اسی شخصیت کی حقیقت کی بنا پر ہماری زندگیوں کو قائم و برقرار ہونا چاہیئے +

ہم اِس مسئلہ پر ایک اور نقطۂ نگاہ یعنی معنی کے لحاظ سے غور کر سکتے ہیں۔ اگر حقیقت کوئی وجود رکھتی ہے تو اُس کے معنی کیا ہیں۔ پس اشیاء۔ حوادث اور مواقع اور دیگر موجودات کے معانی کیا ہیں؟ فرض کیجئے کہ میں ایک گُلِ خوشرنگ کو اپنے ہاتھ میں لے کر یہ سوال کروں کہ یہ کیا ہے؟ سب سے پیشتر تو سائنس کا جواب ہوگا۔ جو گُلِ خوشرنگ کی تفسیر و توضیح کرتے ہوئے بتائیگا کہ اس کی کیمیائی ترکیب کیا ہے۔ پھر یہ کہ نباتاتیات یا گیاہ شناسی کی رُو سے اُسے کس طبقہ میں رکھا جاتا ہے۔ یہ سب قسمت نباتاتیات کا علم یا عمل خاص ہے۔ لیکن کیا اِس گُلِ خوشرنگ کے تمام اور کُل معانی کی وضاحت ہوتی ہے؟

ہم گُلِ خوشرنگ کو دیدۂ تحسین سے دیکھتے اور اس سے محبت کرتے ہیں۔ ہم اُس کو اُس کی کیمیائی ترکیب اور نباتاتیات کے درجہ یا طبقہ بندی

کے علاوہ ایک مفید چیز سمجھتے ہیں۔ پھول ہماری حسِ زیبائی کا جاذبِ توجہ ہے۔ لیکن گلِ خوشرنگ ایک اور معنی بھی رکھتا ہے۔ شاعر خوش گو اس میں صانعِ حقیقی کی صنعت کو دیکھتا ہے۔ پس شاعر کا مفہوم یا اُس کی نظر اس کے فکر کو اس کے وجودِ فانی اور اُس کی توضیح سے آگے لے جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اُس اصلی معنیٰ اور منبع تک پہنچا دیتا ہے۔ جب ہم طبیعت یعنی نیچر پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم اصلی معانی کی تلاش کرتے ہیں۔ مثلاً ستارے بامعنیٰ رکھتے ہیں۔ جو کچھ کہ علمِ نجوم نے فضا کی وسعت و عظمت اور کثرتِ عالمہائے موجودات کی نسبت ہم کو بتایا ہے اُس سے ہمارے اسبابِ حیرت و اعجاب اور بڑھ جاتے ہیں۔ ستارہ شناس ستاروں کا عکس لے سکتا ہے اور ایک دوسرے سے اُن کی دوری اور مسافت کی تعیین کر سکتا ہے۔ لیکن وہ ہم کو اُن کی ماہیت اُن کے معانی اور اُن کے مقصود کی نسبت کچھ خبر نہیں دے سکتا۔ کانت فیلسوف نے جس وقت آسمان کی جانب نگاہ کی تو بنظرِ اعجاب و تحسین اُن کو دیکھا اور اُن میں ایک بڑے اور بزرگ معنی کو دیکھا۔ شعرا نے آسمانوں کی تعریف کرتے ہوئے خدائے خالق و برحق کی حکمت و قدرت کا بیان کیا۔ طبیعت میں یہ حقائقِ بزرگ موجود ہیں اور یہ ہرگز ممکن نہیں کہ جو کچھ علم و سائنس نے اُن کے بارے میں کہا ہے ہم اُس پر اکتفا کریں۔ پس ہم چاہتے ہیں کہ اُن عالی تر حقائق کو جو طبیعت میں موجود ہیں اُن کو معلوم کر کے اُن کے ابدی معانی کو سمجھ سکیں۔ سقراط ایک فرد بشر تھا اور سائنسدان ہم کو اُس کی ہڈیوں اور گوشت پوست کے متعلق بتا سکتا ہے۔ لیکن سقراط اخلاقی فضائل کا مالک بھی تھا۔ سقراط مردِ نیک تھا اور یہ حقیقت ہم کو مادی اور جسمانی پہلوؤں سے

آگے لے جاکر اخلاقی اور رُوحانی پہلوؤں تک پُہنچاتی ہے۔ ہم ایک اور قدم آگے بڑھ کر سقراط کے عقائد اور اُس کی بُزرگ شخصیت کی طرف اشارہ کرکے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ سقراط زندہ جاوید ہے۔ پس حقیقت کی قدر و قیمت اخلاقی اور رُوحانی عالموں میں سائنس سے زیادہ ہے۔ اور یہ اخلاقی اور رُوحانی قیمت و ارزش تمام دیگر اشیاء سے بالاتر ہے ﴿

خُداوند مسیح اور راستی

ہم پہلے کہہ چُکے ہیں کہ راستی مجرد نہیں ہے بلکہ وہ صفتِ شخصیت ہے اِس لحاظ سے راستی کی بہترین دلیل شخصیتِ حقیقی ہے یعنی وہ شخص جو راستی کی گواہی دیتا اور اپنی زندگی اور رفتار و گفتار میں اِس کا اظہار کرتا ہے۔ جو کہ راستی کی جدا جستجو کرتا اور اپنی زندگی کو اس کی تلاش اور اس کے اظہار کے لئے وقف کر دیتا ہے۔ اور جو راستی کی پیروی کرتا ہے خواہ اس کی قیمت اُسے کتنی ہی گراں کیوں نہ معلوم ہو۔ ایسے شخص کی زندہ شہادت جس نے اپنی تمام عُمر راستی کی گواہی دی ہو۔ اور بالآخر اپنی جان کو بھی راستی کے لئے قربان کر دیا ہو شک پرستی کا بہترین جواب ہے۔ تاریخ میں ایسے اشخاص کا ذکر ہے جنہوں نے راستی سے متعلق تازہ کشفیات کی۔ اور دیگر مصالح و منافع کو نظر انداز کرکے اُن کا اعلان کیا ہے ﴿

حضُور مسیح ایسے ہی اشخاص میں سے تھے۔ آپ کوئی فیلسوف نہ تھے جنہوں نے حقیقت پر بطور مجرد بحث کی اور نہ ہی آپ نے اثباتِ حقیقت کے لئے دلائل پیش کی۔ اور نہ ہی آپ کوئی سائنسدان تھے کہ مادہ کی ترکیب اور عالمِ موجودات کی طبعیت سے متعلق بحث کرتے لیکن آپ نے تعلیمِ رُوحانی

کی حقیقت کا انکشاف ایسے کامل طور پر کیا جو نہ فقط مائل ہی کر دینے والا تھا بلکہ آپ کی شخصیت تاریخ عالم میں حقیقت کی اعلےٰ ترین یادگار ایستادہ ہے ۔

حضورِ مسیح حقیقت کے معتقد تھے ۔ آپ میں شک پرستی کی بُو تک نہ تھی ۔ آپ کا ایمان تھا کہ حقیقت ہے اور کہ زندگی کو اس کی بناء پر قائم کرنا چاہیئے ۔ آپ کا کلام قائلیت کی مُہر ہے ۔ آپ کا کلام صاف و صریح ہے ۔ اس میں ابہام وایہام کی گنجائش نہیں ۔ جب آپ رُومی حاکم کے رُوبرُو اپنے آخری مقدمہ کے دَوران میں کھڑے تھے تو حاکم نے جو راستی سے متعلق شک رکھتا تھا ۔ حقیقت سے متعلق آپ سے مذاقیہ سوال کیا اور کہا حق کیا ہے؟" حضور نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا اور فرمایا ۔ "میں اِس لئے پیدا ہُوا اور اس واسطے دُنیا میں آیا ہُوں کہ حق کی گواہی دُوں جو کوئی حقانی ہے ۔ میری آواز کو سُنتا ہے"۔ راستی اور حق سے متعلق آپ کا کلام بلور سا صاف اور آبدار تھا کہ سادہ ترین شخص بھی اُس کو سمجھ سکتا تھا ۔

فریسیوں اور فقیہوں اور صدوقیوں کے ساتھ حضورِ مسیح کا یہی تنازعہ تھا کہ وہ حق کو عوام کے لئے وسیلۂ فریب بنا کر روایاتِ قدیم کے لفظی طور پر پابند ہو کر معنی اور حقیقت سے غافل رہتے اور چشمِ بصیرت نہ رکھتے تھے کہ حق کو دیکھ سکیں ۔ جب کبھی اُسے دیکھ بھی لیتے تھے تو اُسے قبول نہ کرتے تھے خداوند مسیح فرماتے تھے کہ چاہیئے کہ حق کی کامل جستجو کی جائے اور اُسے قبول کیا جائے خواہ نتیجہ کچھ بھی کیوں نہ ہو ۔ فقیہہ حق اور راستی سے متعلق بڑی دقیق موشگافانہ بحث کرتے تھے ۔ لیکن اُس کی آزادانہ جستجو اخلاص کے ساتھ

نہ کرتے تھے نتیجہ اس کا یہ ہُوا کہ وہ سونف۔ زیرہ۔ پودینہ وغیرہ جیسی ارزان اشیاء پر باضابطہ دہ یکی سے متعلق تو سب کچھ جانتے تھے لیکن رحم اور عدل و انصاف ایسے اہم معاملات کو انجام تک پہنچانے میں قاصر رہ جاتے۔ وہ حضور کے کلام کے مطابق اندھے راہ بتانے والے تھے۔ (متی ۲۳ : ۲۳)+

پھر خداوند مسیح اخلاق کی برتری و افضلیت کے معتقد تھے اور اُس کو سب چیزوں سے بالاتر سمجھتے تھے۔ آپ کا اعتقاد تھا کہ زندگی بنیادِ اخلاقی ہے۔ اور اس کی انتہائی آزمائش بھی اخلاق ہی کے ذریعہ سے ہے۔ پس چاہئے کہ فوائدِ اخلاقی سب چیزوں سے برتر سمجھے جائیں۔ آپ نے فرمایا "جان خوراک سے بڑھ کر ہے" متی ۶ : ۲۵۔ پھر کہا "اگر تیرا دہنا ہاتھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اس کو کاٹ کر اپنے پاس سے پھینک دے" متی ۵ : ۳۰۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ حفظِ جسمانی صحت کی نسبت حفظِ رُوحانی صحت اہم تر ہے۔ تو بھی خداوند مسیح مرتاض نہ تھے اور جسمانی صحت کے فوائد سے بخوبی واقف تھے۔ کیونکہ آپ نے بہت سے بیماروں کو شفا بخشی۔ لیکن آپ کو معلوم تھا کہ گناہ جو مرضِ اخلاقی ہے جسمانی امراض سے بہت زیادہ بدتر ہے۔ لہٰذا آپ نے ہمیشہ لوگوں کو یہ تعلیم دی کہ اپنے آپ کو جسمانی بیماریوں کی نسبت گناہ یعنی اخلاقی اور رُوحانی بیماری سے بچائے رکھیں +

خداوند مسیح نے مادہ پر رُوح کی فوقیت کا بہت زور دیا۔ آپ نے فرمایا "اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو۔ . . . کیونکہ جہاں تیرا مال ہے۔ وہاں تیرا دل بھی لگا رہیگا" متی ۶ : ۱۹ و ۲۱۔ پھر فرمایا "کوئی آدمی دو

مالکوں کی خدمت نہیں کرسکتا۔۔۔ تُم خُدا اور دولت دونوں کی خدمت نہیں کرسکتے"۔ متی ۶: ۲۴ اور یہ بھی کہ "خبردار! اپنے آپ کو ہر طرح کے لالچ سے بچائے رکھو"۔ لوقا ۱۲: ۱۵ - اسی طرح یہ بھی فرمایا "تم پہلے اُس کی (یعنی خُدا کی) بادشاہی اور اُس کی راستبازی کی تلاش کرو"۔ متی ۶: ۳۳ - آپ کے نزدیک چیزوں کی نسبت اشخاص زیادہ قدر و منزلت رکھتے تھے۔ آپکے نزدیک دُنیا میں سب سے زیادہ پُرمعنی حقیقت انسانی زندگی۔ خودبنی نوعِ انسان اور اُن کی رُوحیں تھیں - اہلِ یہود شریعت کو افرادِ البشر پر ترجیح دیتے تھے - لہذا وہ اُن کو شریعت کے مذبح پر قُربان کردیتے تھے۔ یہودی فقیہ سبت کے دن کسی بیمار کی مدد نہیں کرسکتا تھا کیونکہ شریعت کی رُو سے سبت کے دن کام کرنا روا نہ تھا۔ وہ شریعت کے الفاظ کی پابندی کرکے بیمار کو تکلیف و مُصیبت میں مُبتلا پڑا رہنے دیتا تھا۔ حضُور شریعت کا خیال نہ کرکے بیمار کو شفا عنایت فرماتے تھے - آپ مُصیبت زدہ انسان کی احتیاج کو دیگر تمام ملاحظات سے بالاتر سمجھتے تھے۔ انسانی زندگی خواہ وہ کتنی ہی ناچیز و محقر کیوں نہ ہو تمام دیگر اشیاء سے زیادہ قیمتی تھی۔ آپ کا یقین تھا کہ کم سن بچے بھی بزرگوں اور بالغوں کی خدمت کے لائق تھے۔ آپ کا کلام ہے کہ "جو کوئی۔۔۔ ان چھوٹوں میں سے کسی کو صرف ایک پیالہ ٹھنڈا پانی ہی پلائیگا میں تم سے سچ کہتا ہوں وہ اپنا اجر ہرگز نہ کھوئیگا"۔ متی ۱۰: ۴۲ +

لیکن عالمِ حقیقت میں حضُور مسیح کی تعلیم کی نسبت خود آپ کی شخصیت بدرجہا بہتر اور پُرمعنی تر تھی۔ آپ نے فرمایا "میں جو سچ بولتا ہوں"۔ یُوحنا ۸: ۴۵ - اور "سچائی سے واقف ہوگے اور سچائی تم کو آزاد کرے گی"۔ یُوحنا ۸: ۳۲

ممکن ہے کہ ایسے کلمات زمانۂ گذشتہ میں دیگر بزرگ اشخاص نے بھی کہے ہوں۔ لیکن آپ اس سے ایک قدم اور آگے بڑھے اور فرمایا "حق ۔ ۔ ۔ ۔ میں ہوں"۔ یوحنا ۱۴: ۶۔ آپ کا یہ کلمہ نہایت ہی پُرعظمت ہے۔ کسی شخص کا سچائی اور راستی کی تعلیم دینے کا دعوے کرنا بڑی بات ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ "میں حق ہوں" اِس سے بزرگ تر ہے اور عالی تر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہنے والا خود مظہرِ حقیقت ہے اور راستی کو اپنی شخصیت میں آشکارا کرتا ہے۔ یہ خُدا کے ساتھ اُس کی وحدت و یگانگی کی دلیل ہے۔ اسی میں حضور مسیح کی شخصیت کی یکتائی موجود ہے خود حضور میں راستی کا انکشاف ہوتا ہے وہ انسان کے لئے خُدا کا مکاشفہ ہیں خُدا کوئی تجریدی امر نہیں۔ نہ ہی کوئی کتاب یا قوانینِ تازہ کا کوئی دستہ ہے بلکہ وہ حضور مسیح کی شخصیت میں خُدا کا آشکارا ہونا ہے۔ آپ فضل اور سچائی سے معمور ہو کر دُنیا میں وارد ہوئے اور اس صورت میں وہ خُدا کے ساتھ پیوستگی رکھتے تھے۔ شاید ہم آپ کی زندگی سے متعلق بعض باتوں کو یقینی طور پر نہ جانتے ہوں۔ لیکن یہ بالکل صحیح و درست کہ آپ کی زندگی خُدا کے ساتھ پیوستہ تھی اور آپ خُدا کے ساتھ ایک تھے۔ اور آپ کی شخصیت سے راستی اور حق کا اظہار ہوا۔

مذکورہ بالا حقیقت آپ کے اوصافِ حمیدہ اور کراماتِ اخلاقی سے ہویدا تھی۔ آپ کی زندگی بے نقص اور ہر نوع کے عیوب و شائبہ سے عاری تھی۔ حضور مسیح کے در پیش مختلف اقسام کی آزمائش ہائے اندرونی آئیں۔ مثلاً ثروت۔ قدرت۔ عظمت۔ شہرت وغیرہ وغیرہ۔ لیکن آپ ان سے ایک ذرہ بھی مغلوب نہ ہوئے۔ بیرونی آزمائشیں بھی آپ کے سامنے آئیں۔ مشکلات اور مصائب کا مقابلہ کرنا پڑا۔ بالآخر آپ گرفتار ہو کر

مصلوب ہونے کے لئے لے جائے گئے۔ لیکن آپ نے کبھی کسی قسم کی تدبیر و تجویز کو اپنی رہائی کے لئے استعمال نہ کیا۔ آپ کا واحد حربۂ دماغ خود صبر و تحمل شکیبائی و سکوت۔ احسان و نیکوکاری حتّٰی کہ دشمنوں کو معاف کر دینے کی رُوح تھا۔ آپ نے بُغض و کینہ کا مُقابلہ حُسنِ نیّت۔ ایذا کا صبر اور لعنت کا برکت کے ساتھ کیا۔ حضُور کا دِل خُدا کی مانند محبّت سے پُر تھا۔ آپ خُدا کے ساتھ ایک تھے لہذا آپ اِس قابل تھے کہ حقیقی طور پر خُدا کا انکشاف کر سکیں *

یہ راز آپ کے اُس سلُوک سے جو آپ اُن لوگوں کے ساتھ کرتے جو آپ سے ملتے یا آپ کے نزدیک آتے تھے عیاں ہوتا ہے۔ یہ لوگ آپ کی حمد و ستائش کرتے آپ کی پیروی کرتے اور آپ کے اندر خُدا کو دیکھتے تھے۔ خُداوند مسیح نے خُدا کی ہستی کے موضوع پر کسی سے بحث مباحثہ نہ کیا۔ آپ نے کبھی یہ کوشش نہ کی کہ خُدا کو بذریعہ توضیح و تشریح اُن پر ظاہر کریں۔ آپ نے خُدا کو ان پر نمایاں کر دیا۔ جن جن اشخاص کو آپکی رفاقت و صحبت نصیب ہُوئی وہ خُدا کی حقیقت کے قائل ہو گئے۔ آپ کی حضُوری میں وہ گویا اپنے تئیں خُدا کے حضُور حاضر سمجھتے تھے۔ حضُور مسیح کی تصلیب کے وقت رُومی صُوبہ دار نے جو بُت پرست تھا آپ کی صُورت کو دیکھتے ہُوئے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر بے ساختہ یہ الفاظ کہے "یہ بے شک یہ آدمی خُدا کا بیٹا تھا"۔ مرقس ۱۵: ۳۹۔ یہ شہادت محض صُوبہ دار ہی نے نہ دی بلکہ اور بے شمار اشخاص نے بھی اعتراف کیا ہے *

یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں کہ خُداوند مسیح نے اپنی بے نظیر شخصیت

کے وسیلہ سے لوگوں کی توجہ کو کُنہ معنی حقیقت تک پہنچا دیا ہے ۔ فکرِ بشر مادیات میں مصروف تھا حضور اُس کو رُوحانیات کی جانب لے گئے۔ بنی نوعِ انسان دُنیوی اشیاء میں محو تھے آپ نے اُن کی توجہ کو ابدیت پر مرکوز کیا۔ انسان فقط طبیعت دیکھ سکتا تھا لیکن آپ اُس کی نگاہوں کو ماوراءالطبیعت لے گئے ۔ آپ نے فرمایا "مبارک ہیں وُہ جو پاک دِل ہیں کیونکہ وہ خُدا کو دیکھینگے" متی ۵ : ۸ ۔ پاک دِل اور دیدارِ خُدا اُس وقت تک انسان کے ذہن میں رُوحانی تجربات کے طور پر نہ آیا تھا ۔

ارتباطِ خُداوند مسیح بہ عصرِ حاضر

کیا ہماری موجودہ روزمرہ کی زندگی اور خُداوند مسیح کے درمیان کوئی ارتباطِ اساسی ہے ؟ کیا آپ کی زندگی اور موضوعِ حقیقت سے متعلق آپ کی تعلیمات ہمارے مسائلِ زندگی کے لئے کچھ معنی رکھتی ہیں ؟ دُنیا پریشانی و ابتری کی حالت میں ہے ۔ اور ہر سُو تشویش اور اضطراب حُکم فرما ہیں ۔ افرادِ بشر عالی تر اور بہتر چیزوں کی تلاش میں سرگرداں ہیں ۔ ہم سب صُلح ۔ آشتی اور آرام کے بھوکے ہیں ۔ ہم کو یہ خواہش دامنگیر ہے کہ ہم دیگر اقوامِ دُنیا کے ساتھ اپنے روابط و تعلقات میں خوشی و شادمانی حاصل کریں ۔ ہمارا اہم ترین اور بزرگ ترین مسئلہ فی زمانہ یہی ہے ۔ کیا خُداوند مسیح ہم کو کوئی ایسی راہ بتا سکتے ہیں جس کے ذریعہ سے ہم اپنی تمنا و خواہش حصُول میں کامیاب ہو سکتے ہیں ؟

مصائبِ دُنیا کے مختلف اسباب و وجوہ بتائے جاتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ زندگی کے اجتماعی یا معاشری پہلوؤں میں ہے بعض کا خیال

ہے کہ یہ تکلیف حکومتوں کے سیاسی انتظام میں موجود ہے۔ پھر بعض کی رائے ہے کہ دُنیا کے اقتصادی سلسلہ میں اِس کا سبب موجود ہے۔ اور یہ تمام اشخاص ہمنوا ہو کر زندگی کے ایک تازہ نظم و نسق اور تجدید و اصلاحِ نَو کے نعرے بلند کرتے ہیں۔ اِن معاملات میں بہت سی باتیں غور طلب ہیں لیکن ہماری تکلیف اور مُصیبت تو اس سے عمیق تر ہے۔ ہم میں سے حقیقت کا احساس ہی جاتا رہا ہے۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ ہم جو چاہیں کر سکتے ہیں خواہ وہ درُست ہو یا نادرُست۔ خواہ وہ عادلانہ ہو یا نہ ہو۔ ہم کو آزادی ہے کہ ہر معاملہ میں اپنی مرضی کو پُورا کریں لہٰذا دُنیا میں ہماری مُصیبت کی اساس و بُنیاد یہی ہے۔ زندگی ایک ایسی زبردست کشمکش بن گئی ہے کہ بنی نوع انسان نے تنگ آکر راستی و ناراستی۔ نیکی و بدی اور محبت و نفرت کی تمام تفاوتوں اور اختلاف کو بالائے طاق رکھ کر ذاتی منافع کے درپے ہو گئے ہیں۔ بعض تو سرے سے شک پرست ہی ہو گئے ہیں اور زندگی کے ہر پہلو اور مرحلہ میں حقیقت کے تمام تصوّرات کا انکار کرتے ہیں بلکہ خود خُدا کی ہستی اور جُملہ فوائدِ رُوحانی سے بھی مُنکر ہو گئے ہیں۔ نیٹشے بآوازِ بلند یہ پکار رہا ہے کہ "خدا مر گیا ہے اور ہر کام کی اجازت ہے"۔

ایک اور گروہ ہے جو اُس فلسفہ کا پیرو ہے جس کا نظریہ یہ ہے کہ تمام حقائق نسبتی یا اضافی ہیں۔ لہٰذا جو کچھ مُناسبِ حال یا مناسب زمانہ ہو اُسی کی پیروی کرنا چاہئے۔ دُنیا میں کوئی حقیقتِ مطلق موجُود نہیں۔ حقیقت وہ ہے جو عملی ہے۔ ممکن ہے۔ کہ آج میرے لئے ایک اُصول درُست ہو اور کل دُوسرا۔ ہم تو اُسی اُصول کو اختیار کریں گے جو مجھے پسندِ خاطر ہو گا یا مجھے اچھا معلوم ہو گا حقیقی نقش وہ ہے جو مقتضی،

مصلحتِ زمانہ ہو۔ حقیقت انسان کے ماحول و کیفیات پر منحصر ہے۔
ہر حالات و کیفیات ۔۔۔ - - - - - - - بیں ایک ہی
روش کی قید نہیں۔ بنی نوع انسان کے باہمی تعلّقات و روابط سے
متعلق کوئی اخلاقی اصُول نہیں جن کا احترام مطلق انسان پر واجب و
ضرور ہو۔ نیکی اور حق سے متعلق تمام تصوّرات نسبتی ہیں۔ ہم کو خود فیصلہ
کرنا ہے کہ جو کچھ ہمارے لئے مُفید اور سُود مند ہے اُس کو حق تسلیم کر کے
اُس کی تقلید و متابعت کرنا ہے ۔

بشری زندگی کے ہر مرحلہ کے لئے خواہ وہ شخصی ہو یا اجتماعی یہ
غلط تعلیمات سخت مضر ہیں۔ اُنہوں نے ہمارے تمام روابط و مُناسبات
کو زہر آلود بنا دیا ہے۔ یہ اخلاقی کمزوری ہے جو زندگی کی مجبُوری اور بیچارگی
کا نتیجہ ہے۔ چونکہ ہماری اُمّید ضائع ہو چکی ہے۔ لہذا جو کچھ ہماری دسترس
میں ہے ہم اس کو پھینک دیتے ہیں۔ لیکن اِس سے ہماری فلاح و بہبُود قائم
رہ سکتی ہے؟ کیا زندگی کے تمام لازمی اصُول کو نظر انداز کرنے سے انسان کی
اجتماعی خُوشی حاصل ہو سکتی ہے؟ اگر بنی نوع انسان کی زندگی کی مشترکہ بنا ایک
نہ ہو تو وہ کیونکر باہم خوش و خُرّم رہ سکتے ہیں؟ اور اگر ایک دُوسرے پر اعتماد
نہیں کیا جا سکتا تو کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ انسانی جماعت کو ایک محکم و
استوار بُنیاد پر قائم کیا جائے؟ اگر تمام کے تمام افراد بشر دروغ گو ہوں۔ تو
کیونکر داد و ستد کے معاملات ممکن ہو سکتے ہیں۔ جب تک مجھے یہ یقین
کُلی نہ ہو کہ طبیب میرے مرض سے متعلق مجھے تحقیق بتا دیگا خواہ وہ مجھے
خُوشگوار گُزرے یا نہ تب کیونکر اس کی اِصلاح سے مستفید ہو سکتا ہوں۔
در تا وقتیکہ اقوام اور حکومتوں کو یہ اطمینان و تسلی نہ ہو کہ وہ اپنے باہمی

تعلقات وفرائض کی ادائیگی میں راستی وحق سے کام لینگی وہ کیونکر صلح وحسنِ
نیّت وخلوص کے ساتھ باہم دیگر رہ سکتی ہیں؟

یہ سوالات تو پیچیدہ نہیں۔ بالکل آسان وسادہ ہیں۔ لیکن یہ ہماری
اجتماعی زندگی کے اصل مرض کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔ اگر انسانی جماعت
کی باہمی خوشی وخرّمی کو برقرار رکھنا ہے۔ تو اس کے کذب ودروغ کے مرض
کا تدارک کریں۔ چاہیئے کہ بنی آدم راستی وحق سے محبّت رکھیں اور اپنے باہمی
افادہ کے لئے اُس کا احترام کریں۔ لازم ہے کہ ہم اخلاقی اور رُوحانی عالم میں
نومیدی اور مسئلۂ تقدیر سے نجات حاصل کریں اور اپنی زندگی کو راستی و
حق کی مضبوط اور مستحکم بنیاد پر قائم کریں۔ ہم کو فقط ایک اصلاح وتجدد کی
ضرورت نہیں بلکہ ایک نئی زندگی یا بہ عبارت دیگر از سرِ نَو پیدا ہونے کی
ضرورت ہے ہمارے افکار کو از سر تا سر تبدیل ہونا چاہیئے۔ ہم کو نئے انسان
بننا ہے یعنی حقیقت شعار افراد بشر ہونا ہے۔ یہی مسئلہ ہمارے درپیش ہے۔

ہم کس کی پیروی کریں؟ حضور مسیح کی مانند کس نے حق کی تعلیم دی اور
آپ کی مانند کون .... باحقیقت تھا؟ خُداوند مسیح نے اپنی تمام
زندگی سے حق کا اظہار کیا اور ہر حالت میں بلا خوف وہراس حق کی تائید کی۔
آپ خود حقیقت مجسّم ہیں۔ آپ راہ۔ حق اور زندگی ہیں لہذا فقط آپ ہی
ہم کو حق کی راس نئی زندگی میں داخل کر سکتے ہیں۔ اور اس نومیدی۔ یاس۔
مُصیبت اور بدبختی سے ہم کو رہا کر سکتے ہیں۔ تنہا آپ ہی ہماری اخلاقی زندگی
کو مرتب کر سکتے اور ہم کو از سرِ نَو سلیم العقل بنا سکتے ہیں۔ صرف آپ ہی
اکیلے ہم کو حق وناحق۔ درست ونادرست کا احساس بخش کر شہوت وعیاشی
سے نجات دے سکتے ہیں۔ آپ بنی آدم کے نجات دہندہ ہیں!

حضور مسیح کی تعلیم بالکل سادہ ہے۔ آپ نے فرمایا "تمہارا کلام ہاں ہاں یا نہیں نہیں کیونکہ جو اس سے زیادہ ہے وہ بدی سے ہے"۔ متی ۵: ۳۷۔ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ راہ نجات حق کا اقرار کرنا ہے "تم سچائی سے واقف ہوگے اور سچائی تم کو آزاد کرے گی"۔ یوحنا ۸: ۳۲۔ آپ کے آخری الفاظ جو آپ نے پیلاطس رومی حاکم سے کہے جبکہ اُس نے خوف کی وجہ سے حق کو فروخت کر دیا تھا۔ ہر زمانہ اور ہر قسم کے لوگوں پر عائد ہو سکتے ہیں یعنی

"جو کوئی حقانی ہے میری آواز سنتا ہے"

استقلال پریس لاہور میں باہتمام پادری آر۔ گرین سکریٹری پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور چھپ کر شائع ہوئی